June
2024

ماہنامہ

# پیام عرفات

رائے بریلی

## ذبح عظیم

''وہ ''ذبح عظیم''، جس کو دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام جسمانی قربانی سے بچ جاتے ہیں وہ ان کی ''روحانی قربانی'' ہے۔روحانی قربانی جسمانی قربانی کے مقابلہ میں یقیناً ذبح عظیم ہے، جسمانی قربانی کی تکلیف تو ایک لمحہ کی بات ہے، مگر روحانی قربانی تو کسی امر حق کی خاطر ساری زندگی کی جیتے جی کی قربانی ہے، جس میں مر کر نہیں بلکہ جی کر حق کی راہ میں ہر تکلیف اور مصیبت کو انگیز کرنا اور ہر وقت موت کے لیے آمادہ رہنا ہے۔'' (مقالات سلیمان: ۳۱۰)

سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ

مرکز الإمام أبی الحسن الندوي
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

# جشن کعبہ کا دن

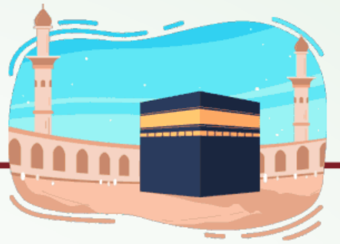

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

’’روحانیت کی دنیا میں بہار کا موسم آ گیا، کعبہ اسلام کا جغرافیائی مرکز ہے، اس کے جشن کا دن آ گیا، دور دور سے، یورپ سے اور پچھّم سے، اتر سے اور دکھن سے کھنچ کھنچ کر قافلے پر قافلے چلے آرہے ہیں، بوڑھے بھی، جوان بھی، لاغر بھی اور پہلوان بھی، گورے بھی، کالے بھی، عالم، فاضل، کامل بھی، نادان، اَن پڑھ، جاہل بھی، پیدل اور سواریوں پر اونٹوں اور موٹروں اور لاریوں پر، اسلامی قمری سال کے بارہویں مہینے، ذی الحجہ یا بقرہ عید کا پہلا ہفتہ آیا کہ ہزاروں بلکہ کبھی تو لاکھوں کا جماؤ ہو گیا مکہ کی گلیوں میں، حرم شریف کے لق ودق صحن اور بڑے بڑے دالانوں میں، لبیک لبیک کی صدائیں ہر طرف بلند، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے، پر پستی پر اترتے ہوئے، سواری پر سوار ہوتے ہوئے، مسجد کا رخ کرتے ہوئے، ہر طرف یہی ذکر یہی فکر، احرام کی چادریں شانوں پر، توحید کے نعرے زبانوں پر، ۸/ تاریخ سے لے کر ۱۳/ تک مکہ گلیوں، عرفات اور مزدلفہ میں حاجیوں کا ہجوم، تکبیر وتہلیل، طواف وقربانی کی دھوم، زائروں کا اژدحام، ابھی کوچ، ابھی مقام، صفاومروہ کے درمیان لپکتے جارہے ہیں، دوڑتے جاتے ہیں، عرفات کے چٹیل میدانوں میں اپنے گناہوں کو یاد کرتے جاتے ہیں، گڑگڑاتے جاتے ہیں، کعبہ کے گرد گھوم رہے ہیں، چکر پر چکر لگا رہے ہیں، منی میں قربانیاں کررہے ہیں، شیطان کے مجسموں پر کنکریاں برسارہے ہیں، توحید کا کلمہ ہر حال میں پڑھتے ہوئے رب کا نام ہر آن جپتے ہوئے ـــــــ یہ احکام ہوئے مرکز تک پہنچ جانے والے خوش نصیبوں کے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد، بڑائی آپ میں ہے، صرف آپ میں ہے، کوئی آپ کے سوا معبود نہیں، کوئی آپ کے سوا مقصود نہیں، بڑے صرف آپ ہیں، صرف آپ ہیں، کمالات ہر قسم کے جمع ہیں، صرف آپ کی ذات میں، آپ کی صفات میں، ۹/ تاریخ کو فجر کی نماز سے یہ تسبیح شروع ہوگئی اور جاری رہے گی۔ اس کی گونج ہر فرض نماز کے بعد ۱۳/ کی عصر تک، گویا ۲۳/ نمازوں کے ساتھ اور دس تاریخ کی صبح کو سب چھوٹے بڑے مل کر عید کی نماز پڑھیں گے شہر سے باہر عید گاہ میں اور اس نماز میں بھی ہر مرتبہ کئی کئی بار زائد تکبیر کہیں گے، جسم کی صفائی کے ساتھ، لباس کی ستھرائی کے ساتھ نماز پڑھنے جائیں گے، امیر غریب، آقا خادم ایک دوسرے کو گلے لگائیں گے، روح کی بالیدگی کے ساتھ، قلب کی پاکیزگی کے ساتھ واپس آئیں گے، اللہ کا نام پکارتے جائیں گے، توحید کی منادی کرتے آئیں گے، یہ کون بتائے کیا کیا مانگیں گے، کیا کیا پائیں گے، کیسی کیسی دولت اپنے ساتھ لائیں گے، پیسے والے قربانیاں کریں گے اور زبان کی لذتوں میں، خوان کی نعمتوں میں اپنے سے بھی پیشتر مفلسوں، غریبوں، عزیزوں، قریبوں کا حصہ نکال کر رکھیں گے۔ یہ آداب ہوئے مرکز سے دور عالم اسلام کے گوشے گوشے میں رہنے والوں، بسنے والوں کے۔ آج جشن ہے کعبہ کا، دین توحید کے مادی مرکز کا، اس میں شرکت سے محروم نہ پاس والے رہیں نہ دور والے۔‘‘

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

ماہنامہ

# پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ١٦ ❁ جون ٢٠٢٤ء - ذی الحجہ ١٤٤٥ھ ❁ شمارہ: ٦

## قربانی کی فضیلت

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ مُحْتَسِباً لِأُضْحِيَّتِهِ كَانَتْ لَهُ حِجَاباً مِنَ النَّارِ."

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
(جس شخص نے خوش دلی کے ساتھ ثواب کی امید میں قربانی کی تو یہ قربانی اس کے لیے دوزخ سے حفاظت کا ذریعہ ہوگی۔)

(المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٧٣٦)

**مجلس ادارت**

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخداندوی

محمد حسن ندوی

**معاون ادارت**

محمد نفیس خاں ندوی

محمد ارمغان بدایونی ندوی

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات" مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

فی شمارہ: -/Rs.15 E-Mail: markazulimam@gmail.com سالانہ زر تعاون: -/Rs.150

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)

# فہرس


عیدالاضحیٰ کا پیغام (اداریہ).......................................٣
.............................................بلال عبدالحی حسنی ندوی
قربانی کی مشروعیت اوراس کے فوائد...........................٤
..............................حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ
یادگار مہینہ.....................................................٦
................................حضرت مولانا سیدمحمد رابع حسنی ندویؒ
خدانے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی..................٨
..........................................مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی
تقویٰ کیا ہے؟...................................................١٠
.............................................بلال عبدالحی حسنی ندوی
طلاق کے چند مسائل...........................................١٣
...............................................مفتی راشد حسین ندوی
قربانی کی اصل روح اوراس کا پیغام.........................١٥
....................................مولانا محمد سلمان بجنوری ندوی
قربانی کا مقصد.................................................١٧
..............................................محمدارمغان بدایونی ندوی
عیدالاضحیٰ - چندضروری احکام ومسائل......................١٨

## بحضور سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام

رئیس الشاکری ندویؒ

تیرے پیغام کی خوشبو جو میسر آئے
زندگی حاصل دنیائے یقیں ہوجائے

ہو کسی دور میں دنیا کو مسیحا کی تلاش
سر فہرست ترا اسم گرامی آئے

یہ بھی کافی ہے مریض غم دوراں کے لیے
تیرے دامن کی جوائے کاش ہوامل جائے

تیری راہوں میں مسافر کا مقدر چمکے
ہر قدم حسن تصور میں نظر کھو جائے

جب بھی پوچھے کوئی مجھ سے مری منزل کا پتہ
تیرے ہر نقش کف پا پہ نظر کھو جائے

نازش وقت ترے در کے بھکاری بھی ہوئے
سر خمیدہ تری چوکھٹ پہ جہاں دار آئے

رفعتوں نے ترے قدموں کوعقیدت سے چھوا
اوج مریخ وثریا کو پسینے آئے

سب نوازش ہے تری تیرا کرم ہے آقا
ہم کو دنیا میں جو جینے کے سلیقے آئے

ہاں ترا شاعر آوارہ رئیسؔ مجبور
ہاتھ خالی نہ کہیں در سے ترے لوٹ آئے

بلال عبدالحی حسنی ندوی

# عیدالاضحیٰ کا پیغام

قربانی ایک بہت بڑا عمل ہے، لیکن اسی وقت کہ جب یہ قربانی اخلاص کے ساتھ ہو، قربانی جب اخلاص کے ساتھ پیش کی جاتی ہے تو وہ زندہ جاوید بن جاتی ہے، ورنہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قربانی پیش کرنے کے باوجود انسان گرتار ہتا ہے اور کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

قربانی کی اصل روح اخلاص ہے، اسی سے اس کے اندر جان پیدا ہوتی ہے، اس کی سب سے اعلیٰ مثال سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے، جن کی زندگی قربانیوں سے بھری ہوئی ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اہل وعیال کی قربانی، لیکن ان قربانیوں کی اصل جان ان کا ایمان اور اخلاص ہے، جن کا اطمینانِ قلب مشاہدہ کے درجہ کو پہنچ گیا تھا، ان کے اسی اخلاص کا نتیجہ تھا کہ ان کی قربانیاں زندہ جاوید کر دی گئیں، اور ان ہی کی نہیں ان کے گھر والوں کی اداؤں کو بھی عبادت کی شکل دے دی گئی۔

عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، جب ان کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند کو اللہ کے لیے ذبح کریں، یہ سب سے سخت امتحان تھا، بیٹا بھی اطاعت شعار، سمجھدار، خدمت گزار، سعادت کے آثار اس کی پیشانی پر ظاہر ہو رہے تھے، مگر حکم خداوندی تھا، بیٹا بھی اس کے لیے تیار ہو گیا۔ آج جہاں پر لاکھوں قربانیاں کی جاتی ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو وہاں لے گئے، الٹا لٹا کر اپنی دانست میں چھری چلا دی، بیٹے کی محبت اللہ کی محبت کے لیے قربان کر دی گئی، یہی مطلوب تھا۔ اللہ کا حکم ہوا، ایک مینڈھا فرشتہ لے کر آیا اور اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اس کو لٹا دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو دیکھا: مینڈھا ذبح ہو چکا ہے، اور بیٹا قریب کھڑا مسکرا رہا ہے، اللہ کو ان کی یہ قربانی اتنی پسند آئی کہ قیامت تک مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ قربانی کریں۔

عیدالاضحیٰ کے تین دنوں میں لاکھوں جانور قربان کیے جاتے ہیں، مقصود صرف جانور کی قربانی نہیں ہے، مقصود مال کی قربانی ہے، محبت کی قربانی ہے، خواہشات کی قربانی ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (اللہ کو ان کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا، ہاں اس کو تو تمہارے (دل) کا تقویٰ پہنچتا ہے۔)

یہ دلوں کو پرکھنے کا مقام ہے، قربانی کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما ہیں، جانوروں کی کثرت اور اس سے زیادہ اس کے قیمتی ہونے کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟ ہر قربانی کرنے والے کے لیے یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قربانی کے پیچھے آج نام ونمود کا خیال ہوتا ہے، لوگوں کے درمیان عزت وشہرت کارفرما ہوتی ہے، ظاہر ہے یہ قربانی اللہ کے یہاں بالکل قبول نہیں، اللہ تو صاف ستھری چیزیں قبول فرماتا ہے، حدیث میں آتا ہے: "اللہ خود پاک ہے اور پاکیزہ اعمال ہی قبول فرماتا ہے۔"

ہم مسلمانوں کی کمزوری یہ ہے کہ ہماری قربانیاں اخلاص سے خالی ہوتی ہیں، ہم بڑی دولت لٹا دیتے ہیں لیکن بجائے اللہ کی رضا کے دنیا کے مقاصد کارفرما ہوتے ہیں، ہم بڑی سے بڑی مشقت اٹھا لیتے ہیں لیکن بہت ہی معمولی مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ" (اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔)

ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ "دلے دارند ومحبوبے ندارند" (دل رکھتے ہیں لیکن محبوب نہیں رکھتے) جو محبت کے لائق ہے، جس کے لیے سب کچھ لگا دینا کم ہے، جو اصل محبوب بننے کے لائق ہے، اس ذات کی طرف دلوں کا رخ ہونے کے بجائے نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا پھرتا ہے اور کیسے کیسے رسوا ہوتا ہے۔ محبت کے احساسات موجود ہیں، قربانی کے جذبات بھی ہیں، لیکن دلوں کے رخ کو درست کرنے کی ضرورت ہے، قربانیوں کی سمت کو صحیح کرنے کی ضرورت ہے، جب تک ہمارا قبلہ صحیح نہیں ہوتا، منزل بہت دور ہے۔ یہی عیدالاضحیٰ کا پیغام ہے، یہی قربانی کا پیغام ہے اور آج امت کو اسی کی ضرورت ہے۔

عید قربان

# قربانی کی مشروعیت اور اس کے فوائد

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

قربانی کا مقصد اور قربانی کا درجہ اور قربانی کی ضرورت اور قربانی کی شریعت اسلامی نہیں بلکہ شرائع الٰہی ہے، اس لیے قربانی کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ ہر مذہب میں قربانی تھی، مختلف جانوروں کے احکام تھوڑے تھوڑے اختلاف میں زمانے کے مطابق تھے، لیکن قربانی یہ قدر مشترک ہے تمام مذاہب وادیان میں، اس کو سمجھ لینا چاہیے، اصل چیز یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان لانے اور عقیدۂ توحید کا یہ طبعی تقاضا ہے بلکہ اس کا مطالبہ ہے اور اس کی حقیقت وفطرت میں داخل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اللہ کے اوپر قربان کی جائے یعنی یہ لفظ جو ہم بول رہے ہیں یہ قصداً ہے، عربی میں بھی یہ لفظ ہے تھوڑے فرق کے ساتھ، ماسویٰ اللہ جو ہے اس کو اللہ پر قربان کیا جائے، اس کو قربان کرنے کا طریقہ ایک نہیں ہوسکتا مثلاً کسی خواہش کا قربان کرنا، وہ کوئی مجسم چیز نہیں ہے کہ اس کے گلے میں چھری پھیری جائے، اولاد کو قربان کرنا، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اولاد کو ذبح کردیا جائے، محبوبات کو قربان کرنا، مرغوبات کو قربان کرنا، عادات جاہلیہ کو قربان کرنا، رسم ورواج کو قربان کرنا، حب جاہ اور اعزاز طلبی، بڑے بننے کے شوق کو قربان کرنا اور دوسرے کے مقابلے میں اپنی ذات کی بڑائی کو ہر قیمت پر باقی رکھنے کے جذبے کو قربان کرنا، یہ سب قربانی کے ذیل میں آتا ہے، لیکن ہر چیز کی قربانی الگ الگ ہوتی ہے، ہر چیز کی قربانی اس طرح نہیں ہوسکتی ہے، ان کا جسم ہی نہیں ہے کہ ان کو لٹا کر ان کے گلے پر چھری پھیری جائے۔

مجھے افسوس ہے کہ قربانی کا لفظ اتنی کثرت سے استعمال ہوا ہے اور ہماری سیاسی تحریکوں نے (لکھنؤ کی زبان میں کہوں گا کہ) اس کی مٹی ایسی پلید کی ہے (اور علمی زبان میں کہوں گا کہ) اس کا ایسا غلط استعمال کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے، قربانی تو وہ چیز ہے کہ اس کو سنتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، لیکن ہم قربانی کا لفظ جب استعمال کرتے ہیں تو ملازمت کی قربانی کو اور تنخواہ کی معمولی سی قربانی کو اس کا مصداق سمجھتے ہیں لیکن قربانی وہ باعظمت اور مقدس چیز ہے جس کی تاریخ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پر ختم ہوتی ہے، ہر چیز کا شجرۂ نسب ہوتا ہے، مسجد کا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی مسجد کعبہ یعنی بیت اللہ سے ملتا ہے اور جس مسجد کا نسب مسجد ابراہیمؑ پر جا کر ختم نہ ہو وہ مسجد خانۂ خدا کہلانے کی مستحق نہیں وہ مسجد ضرار ہے اور جس مدرسہ کا شجرۂ نسب صفۂ نبویؐ پر ختم نہ ہو وہ مدرسہ دانش کدہ نہیں جہالت کدہ ہے، تو اس طرح میں کہوں گا کہ جس قربانی کا شجرۂ نسب ابراہیم خلیل اللہ کے جذبۂ ایثار وحب خدا اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی بے نفسی وتسلیم ورضا پر ختم نہ ہو وہ صحیح النسب نہیں ہے۔

اب اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اسلام وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مِلَّةَ أَبِيكُم إِبْرَاهِيم هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾

یہ تمہارے جد امجد، تمہارے مورث اعلی، دینی مورث اعلیٰ ابراہیم کا مذہب ہے، ان کی ملت ہے، انہوں نے تمہارا نام "مسلم" رکھا ہے اور اسلام کے معنی ہیں؛ دست بردار ہو جانا اور قربان کر دینا، بے ادبی نہ ہو تو ہم کہیں گے اس کے لیے خاص اصطلاح ہے انگریزی میں سرینڈر (Surrender) کر دینا یعنی بالکل اس کے سامنے بے حقیقت بن جانا اور کسی قسم کا معارضہ نہ کرنا بلکہ اپنے کو حوالے کر دینا اور تقاضے کو بھی اس پر قربان کر دینا تو قربانی کو یوں سمجھیں کہ ملت اسلامی میں جو قربانی ہے وہ اس طرح ہوتی ہے۔

دنیا کی کوئی قوم اور ملت ایسی نہیں جو کچھ نہ کچھ مقدس مقامات

نہ رکھتی ہو اور اس کے متبعین اور پیرو کسی خاص مذہبی موقع پر ایک جگہ جمع نہ ہوتے ہوں، ان مذہبی مقامات کی زیارت یا مذہبی سفر کے لیے کچھ اصول اور طریقے اور رسوم و روایات ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ عمل فطرت بشری کے عین مطابق اور ضمیر کی آواز کے ساتھ ہم آہنگ ہے، انسان برابر کسی ایسی چیز کی جستجو اور آرزو میں رہتا ہے، جس سے قریب ہو کر وہ اپنے جذبۂ عقیدت و محبت کی تسکین کر سکے، وہ ایک ایسا طویل اور بڑا عمل چاہتا ہے، جس سے اس کے بڑے بڑے گناہوں اور مہلک غلطیوں کی تلافی ہو سکے اور وہ ضمیر کی چبھن، مذہبی حس کی کھٹک اور سوسائٹی کی ملامت سے چھٹکارا پا سکے، اس کے اندر ایک ایسے عظیم اور عام دینی اجتماع کی طلب پوشیدہ ہے، جہاں صرف دینی اخوت اور روحانی رشتہ کار فرما ہو، کوئی دوسری اساس اور دوسرا جذبہ اس میں شامل نہ ہو۔

جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور تہذیب کا کوئی دور ان مذہبی سفروں، زیارت گاہوں اور مقدس و متبرک مقامات سے خالی نہیں جہاں لوگ جمع ہو کر اللہ کے حضور یا اپنے خود ساختہ معبودوں اور دیوی دیوتاؤں کے لیے قربانیاں کرتے ہیں، نذریں مانتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

قربانی ہر مذہب میں رہی ہے قربانی کے فوائد بھی آپ سمجھ لیجیے:

قربانی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مرغوب چیز کو خدا کے راستے میں قربان کرنا اور مرغوبات میں صدہا ایسی چیزیں ہیں جن کے قربان کرنے کی اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دے سکتا، انسانوں سے محبت ہوتی ہے، حقیقی بھائی سے محبت ہوتی ہے، بہن سے محبت ہوتی ہے، ماں باپ سے محبت ہوتی ہے، استاد سے محبت ہوتی ہے، کسی سے روحانی فائدہ پہنچا ہو اس سے محبت ہوتی ہے اور محلے والوں سے محبت ہوتی ہے، رفیق کار سے محبت ہوتی ہے، بعض ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے محبت ہے ان سے قربانی مثلاً کسی کو اپنی شیروانی پسند ہے تو اس کی قربانی کیا ہوگی، کسی کو اپنی گھڑی پسند ہے، کسی کو اپنا عصا پسند ہے تو ہر چیز کی قربانی نہیں ہو سکتی، قربانی جانور کی ہو سکتی ہے اس لیے مرغوبات کی قربانی کا نمائندہ بنایا، اللہ تعالیٰ نے مظہر بنایا جانور کو، اس میں محبوب چیز کی قربانی کا پورا مظاہرہ آ گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ قربانی کے عمل میں، قربانی کے حکم میں، ردِّ شرک بھی مقصود ہے، قربانی کے حکم میں ایک بہت بڑا جو اس کا نکتہ جو اس کا مقصد ہے، وہ ہے ایسی چیز کو ایسے جانوروں کو قربان کرنا جن کو کبھی نہ کبھی کسی زمانے میں کسی قوم میں یا کسی نہ کسی مذہب میں مقدس سمجھا گیا، معبود بنایا گیا اور آج بھی سمجھا جاتا ہو۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی میں بڑی مصلحتیں رکھی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ سنت ابراہیمی ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہونے کے بعد پھر تو کچھ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں، حاصل یہ کہ قربانی میں ایک تو مرغوب کی قربانی ہے، ایک جانور کو مرغوبات کا نمائندہ بنا کر اس کو قربان کرنا ہے، جس کے ساتھ بہت سے مفادات اور فوائد وابستہ تھے، اس کا گوشت لذیذ ہے اور اس میں لذت بھی ہے، قوت بھی ہے، غذائیت بھی ہے، یہ سب کچھ ہے، اس کو ہم نے قربان کیا اور گوشت سب تقسیم ہو گیا۔

دوسری بات یہ کہ قربانی میں ردِّ شرک ہے اور ردِ شرک اتنا بڑا ہے کہ کسی اور چیز سے اتنا ردِ شرک ہو ہی نہیں سکتا، جس کی پرستش کی جا رہی ہے، اس کو لٹا کر ہم اس پر چھری پھیر رہے ہیں اور اس کو ذلیل کر کے اللہ کا نام لیتے ہیں اور اس کو بالکل بے بس بنا کر قربان کر رہے ہیں۔

قربانی کی ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ اس کا وجوب ہر سال ہوتا ہے، یہ عمر بھر میں ایک مرتبہ کرنا کافی نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو جن لوگوں کے پاس بہت دنوں کا کوئی جانور ہوتا وہ اس کو ہی قربان کر کے فارغ ہو جاتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ ہر سال الگ قربانی واجب ہے، اس طرح ہر سال جانور پر دام بھی بڑھ جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنے دام بڑھتے جائیں گے اتنی ہی قربانی کی قیمت و اہمیت بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے بڑھتی چلی جائے گی کہ پچھلے سال جتنی قیمت میں قربانی کی ہوگی، اگلے سال اسی قربانی کے لیے اس سے زیادہ قیمت ادا کرنی ہوگی۔

# یادگار مہینہ

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ہجری سال کا یہ آخری مہینہ ہے، اس مہینے کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم سے تابع داری اور اس کی رضا کے حصول کے لیے اپنے محبوب بیٹے کو قربانی کے لیے پیش کر دیا، انہوں نے یہ قربانی دو بار دو طریقے سے پیش کی، پہلی بار جب کہ حضرت اسماعیل دودھ پیتے بچے تھے، ان کو ان کی ماں کے ساتھ مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں جہاں ارد گرد خشک پہاڑیوں کے علاوہ کچھ نہ تھا اور کوئی آبادی بھی نہ تھی، لے جا کر بسا دیا، ان کی اہلیہ نے دریافت کیا کہ آپ کس کے سہارے ہم کو یہاں چھوڑے جا رہے ہیں؟ فرمایا: اپنے پروردگار کے سہارے چھوڑے جا رہا ہوں، ان کو ان کے رب کی طرف سے ان کی اطاعت شعاری کے امتحان کے طور پر یہاں چھوڑ آنے کا حکم ملا، انہوں نے بے چوں چرا اس پر عمل کر ڈالا، یہ نہ سوچا کہ مادی اور دنیاوی لحاظ سے وہ اپنی بیوی اور خوردسال بچے کو جو اس وقت تک ان کا اکلوتا بیٹا تھا، ایسی جگہ چھوڑے جا رہے ہیں، جہاں نہ کھانے کے حصول کا کوئی ذریعہ ہے اور نہ پانی کا کوئی ذریعہ، چنانچہ بچے کو پیاس لگی اور پانی نہ ملنے پر اس کی بے چینی بڑھی تو ماں کی ممتا تڑپ گئی اور ماں نے بھاگ بھاگ کر ارد گرد پانی کے حصول کا کوئی موقع تلاش کیا، سامنے کی پہاڑیوں پر بھی بار بار چڑھیں، ہر طرف نگاہ ڈالی، پھر اتریں پھر چڑھیں، پھر اتریں، یہ دو پہاڑیاں صفا اور مروہ کی پہاڑیاں تھیں، کبھی ایک پر چڑھتی تھیں کبھی دوسری پر اور اتر کر بچے کی طرف نظر ڈالتی تھیں کہ اس کا اب کیا حال ہے؟ یہ اترنا چڑھنا سات بار ہوا کہ ان کو بالآخر اللہ کی رحمت نظر آئی کہ بچے کے پیروں کے سامنے پانی ابلتا دیکھا، لپک کر آئیں تو پتہ چلا کہ اللہ کی طرف سے پانی کا پیروں کے نیچے کی زمین سے ابلنے کا انتظام ہو گیا اور یہ خداوندی انتظام بھی ایسا ہوا کہ وہ چشمہ ''چاہ زمزم'' پھر جاری ہی رہا، جس سے وہاں کے رہنے والے برابر اس سے فائدہ اٹھانے لگے اور حجاج لاکھوں کی تعداد میں اس پانی کو لا کر برکت حاصل کرتے ہیں اور اس طرح حضرت ابراہیم کا اپنی بیوی اور بچے کو اپنے پروردگار کی تابع داری میں بے سہارا چھوڑ آنا بے نتیجہ نہیں ہوا بلکہ ان کی اپنی بیوی اور بچے کی محبت کی قربانی کی یادگار بن گیا اور بیوی بچے محفوظ بھی رہے۔

پھر جب یہ بچہ بڑا ہوا اور اپنے ماں باپ کا سعادت مند اور اپنی اداؤں سے دونوں کو خوش رکھنے والا بن گیا، پروردگار کا اشارہ آیا کہ اس جوان و سعادت مند بیٹے کی محبت اپنے پروردگار سے محبت میں حارج نہ بنے، اس کو قربان کر دیا جائے، حضرت ابراہیم نے بسر و چشم قبول کیا، بیٹا بھی سعادت مند اور حکم الٰہی کا تابع دار تھا وہ بھی تیار ہو گیا، حضرت ابراہیم نے اپنے رب کے حکم سے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی، مگر اللہ کو بیٹے کی قربانی کے بجائے بیٹے کی محبت کی قربانی مطلوب تھی، وہ حضرت ابراہیم کی فدائیت کو عملی شکل میں دیکھنا چاہتا تھا جو چھری چلا دینے سے حاصل ہو گئی، لیکن غیب سے یہ انتظام ہوا کہ بجائے بیٹے کی گردن پہ مینڈھے کی گردن پہ چھری چلی اور حضرت ابراہیم کامیاب ہوئے، ان قربانیوں کا ہی صلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا محبّ و دوست کا لقب عطا کیا۔ فرمایا:

﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ (النساء: ۱۲۵)

(اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا محبّ و دوست بنا لیا۔)

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس متبرک مقام پر اللہ کے گھر کی تعمیر کی اور دعا کی کہ اللہ اس کو ہمیشہ آباد رکھے، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور حکم دیا کہ

﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ (الحج: ۲۷) (اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔)

اس طرح سال کا یہ مہینہ عظیم یادگار مہینہ بن گیا اور اسی مہینے پر ہجری سال کا اختتام بھی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کی وفاداری اور اس کی محبت کو ہر محبت پر ترجیح مردمؤمن کے ایمان کی آخری منزل ہے، جس طرح اس وقت سال ختم ہوتا ہے تو اس سے وابستہ جذبہ وفاداری پر مومن کی زندگی پوری ہوا کرے اور جب جب یہ مہینہ مومن کی زندگی کے آخری مراحل میں آئے تو اپنے عمل سے اور عمل نہ ہو تو اپنی یادداشت سے اس وفاداری کی یاد کو تازہ کرلے اور عبدیت کی اس روح کو اپنے دل ودماغ میں بسالیا کرے جو حضرت ابراہیم کی زندگی کے مختلف واقعات میں ملتی ہے۔

اس طرح ہجری سال کا یہ آخری مہینہ مومن کے لیے بڑا یادگار مہینہ ہے جو ایمان پرور یادوں سے وابستہ ہے اور وہاں جانے والا ان یادوں کی یاد اپنے عمل سے کرتا ہے، (صفامروہ) پر پانی کی تلاش میں حضرت اسماعیل کی ماں دوڑی تھیں، حاجی بھی وہاں جا کر دوڑتا ہے، حضرت ابراہیم نے عبادت کے لیے جو گھر بنایا تھا، حاجی اس کا چکر لگاتا ہے، حضرت اسماعیل کے لیے پانی کا جو چشمہ نکلا اس کا پانی پیتا ہے اور برکت سمجھتا ہے اور حضرت اسماعیل کی قربان گاہ پر جا کر جانور کی قربانی کرتا ہے، یہ سب وہ ادائیں ہیں کہ جن کے دکھانے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے کرنے سے خوش ہوتا ہے، اس طرح یہ مہینہ یادگار مہینہ ہے، اس کے بعد نئے سال کا مہینہ شروع ہوتا ہے اور یہ صورت حال ہر سال عمل میں آتی رہتی ہے اور مومن ان یادوں کے ساتھ نئے سال کا آغاز کرتا ہے اور یہ یادیں اس کے ساتھ رہتی ہیں اور سال کے اختتام کے قریب وہ نمایاں ہوجاتی ہیں اور عبدیت کی وہ روح پھر تازہ ہوجاتی ہے جو مکہ مکرمہ میں پیش آنے والے واقعات سے پیدا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور ایمان والوں کو وہاں بار بار حاضری کا موقع عطا فرمائے۔آمین!

## مسلمانانِ ہند سے خطاب

### سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ

’’مسلمانانِ ہند! تم اپنی اہمیت کو فراموش نہ کرو، تم باوجود اپنی سیاسی غلامی کے دنیائے اسلام کی ’’زمین کے نمک‘‘ ہو، اگر کوئی مسلمان قوم غلط راستے پر چل رہی ہے تو اس کی غلط روی تمہاری ٹھوکر کا باعث نہ ہو، تم کو خود آگے بڑھ کر صحیح راستے کا پتہ لگانا چاہیے اور گم کردہ راہ مسلمان قوموں کی پیشوائی اور رہنمائی کا فرض انجام دینا چاہیے، تم دوسروں کے نمونوں کی نقل نہ اتارو، بلکہ خود اپنا نمونہ ان کے سامنے پیش کرو اور دکھادو کہ ’’اسلام اور دنیاوی ترقی‘‘ دوبارہ کیوں کر دنیا میں یکجا ہوسکتی ہے اور ’’جام شریعت‘‘ اور ’’سندان عشق‘‘ دونوں کا کھیل کیوں کر بیک دفعہ کھیلا جاسکتا ہے۔‘‘ (معارف، شمارہ نمبر۵، جلد نمبر۲۱، مئی ۱۹۲۸ء)

# خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی......

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

اس وقت جھگڑے واختلاف، انتشار وخلفشار، بے راہ روی، فحاشی وعریانیت، اخلاقی اور باطنی امراض ایک عام بات ہے۔ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ہر جگہ شکست خوردگی، بربادی ودربدری، حملوں، قتل وغارت گری اور لوٹ کھسوٹ کا شکار ہیں۔ موجودہ دور میں مسلم قوم چوطرفہ حملوں، ظلم وزیادتی، فساد، بدسلوکی، زور وزبردستی اور حقوق سلبی جیسے تازیانوں سے دوچار ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان حالات کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے بہت پہلے ہی پیشین گوئی کردی تھی جن کا ہمیں احادیث میں ذکر ملتا ہے بلکہ آپ ﷺ نے ان اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کے نتیجہ میں یہ صورت حال پیدا ہوگی اور اس سے بچنے کے طریقے بھی بیان فرمادیے ہیں۔

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے یہاں گھبرا ہوئے داخل ہوئے اور فرمایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، عربوں کے لیے تباہی ہے اس برائی کی وجہ سے جو قریب آچکی ہے۔ حضرت زینبؓ نے کہا کہ کیا ہم اس حال میں بھی ہلاک ہوجائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیکوکار لوگ ہوں گے؟ فرمایا:

’’ہاں، جب فسق وفجور کا بازار گرم ہوجائے گا۔‘‘

اس حدیث کی روشنی میں غور کرنے کا مقام ہے کہ فسق وفجور کی گرم بازاری کا اس سے بڑھ کر مظہر اور کیا ہوگا کہ آج سودی لین دین اور اخلاقی انحطاط اپنی انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔ سڑکیں اور چوراہے فحاشی وعریانیت، اخلاق سوز مناظر، مردوزن کے ناجائز اختلاط کی آماج گاہ بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس وقت کی صورت حال ایسی ہے کہ آج فضاؤں میں بھی زہر ہے جس کا فساد دن رات پھیل رہا ہے۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کا ایک نوجوان اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر دریافت کیا:

’’اے اللہ کے رسول! اہل ایمان میں سب سے افضل کون ہے؟‘‘

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو۔‘‘

پھر اس نے دریافت کیا:

’’سب سے زیادہ عقل مند انسان کون ہے؟‘‘

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرتا ہو اور اس کی سب سے اچھی تیاری کرنے والا ہو۔‘‘

اس حدیث کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم موت کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرتے ہیں اور کیا ہم اس کی شایان شان تیاری کی فکر کرتے ہیں؟ کیا ہمارے دشمن ہمارے حسن اخلاق کی گواہی دیں گے؟ اگر نہیں! تو پھر ہمارا شمار سب سے افضل لوگوں میں کیسے اور کیوں کر ممکن ہے؟!

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرات مہاجرین کی جانب روئے سخن فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں ملوث ہوئے تو سزا یقینی ہے اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان سے دوچار ہو۔ پہلی چیز یہ کہ کسی بھی قوم میں جب بے حیائی پھیلتی ہے تو وہ قوم طاعون اور ایسی سخت بیماریوں کا شکار ہوتی ہے جن کا اس سے پہلے کے لوگوں نے نام تک نہ سنا ہوگا۔‘‘

اب ہم غور کریں کہ کیا آج ہم ایسی مختلف بیماریوں سے دوچار نہیں ہیں جن کا اس سے پہلے کوئی وجود تک نہ تھا؟ سوائن فلو، چکن فلو وغیرہ وغیرہ جن میں خاص طور پر کرونا وائرس ہے جس کے نتیجہ میں نہ جانے کتنی تباہی وبربادی اور موتیں ہوئیں۔

آپ ﷺ نے حدیث میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ

''جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط سالی اور روزی کی تنگی کا شکار ہوتی ہے۔''

ناپ تول کی کمی کے اندر ہر طرح کا دھوکہ وفریب شامل ہے اور قحط سالی کے اندر خشک سالی، بھوک مری، مہنگائی، بے روزگاری اور قیمتوں میں گرانی وغیرہ سب شامل ہے۔ ظاہر ہے یہ سب وہ حقائق ہیں جن سے بالعموم پوری دنیا کے مسلمان دوچار ہیں خواہ وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں۔

آپ ﷺ نے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ

''جو قوم بھی اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی تو وہ بارش کی نعمت سے محروم کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اگر بے زبان جانور نہ ہوں تو ایک بوند بھی پانی نہ برسے۔ اسی طرح جو قوم بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر ان کے علاوہ ایک دشمن مسلط کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان سے وہ چیزیں بھی سلب کر لیتا ہے جو ان کے اپنے دائرۂ اختیار میں ہوتی ہیں۔''

اب ہم سوچیں کہ کیا آج ہمارا دشمن ہم سے جو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے سلب نہیں کر لیتا؟ اور ہمیں بادل ناخواستہ اس کے ہر مطالبہ پر سر تسلیم خم کرنا نہیں پڑتا؟ ایک بڑے ماہر سیاسی تجزیہ نگار کا بیان ہے کہ پہلی خلیجی جنگ میں مسلمانوں کا ایک ہزار ارب ڈالر ان کے دشمن کے ہاتھ لگا اور دوسری خلیجی جنگ میں بھی تقریباً اتنا ہی خزانہ انہوں نے لوٹا۔

آخری بات آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ

''جس قوم کے ائمہ (صف اول کے لوگ) اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ کے نازل کردہ احکام کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ ان کے درمیان آپس ہی میں پھوٹ ڈلوا دیتا ہے۔''

اب ہم ہی بتائیں کہ کیا آج ایک مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائی کا خون نہیں بہا رہا ہے؟ کیا وہی اس پر گولی نہیں چلا رہا ہے؟ کیا وہی اس کو چھری سے ذبح نہیں کر رہا ہے؟ کیا وہی اس کے اوپر زیادتی نہیں کر رہا ہے؟ کیا وہی اس پر ظلم نہیں کر رہا ہے؟ کیا وہی اس کا مال نہیں لوٹ رہا ہے؟ کیا وہی اس کی عزت پامال نہیں کر رہا ہے؟

ظاہر ہے وہ یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس کے بعد پھر وہ اس ظالم حکمراں کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے آنسو بہاتا ہے جو اس کے گناہوں کی پاداش میں اس پر مسلط ہوا ہے اور اس کے لیے بددعا کرتا ہے مگر وہ قبول نہیں ہوتی۔

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''ایک زمانہ آئے گا جب لوگوں کے اندر سے امانتوں اور عہد وپیمان کا پاس اٹھ جائے گا اور وہ بالکل بے حیثیت ہو جائیں گے؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس وقت ہم کیا کریں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''صبر کا دامن تھام لو، لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ اور ان کے برے کاموں میں ان کی مخالفت کرو۔''

ہم غور کریں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے اس حکم پر کس حد تک عمل پیرا ہیں اور خود کو اس پیشین گوئی کے نتیجہ میں کس قدر بچانے والے ہیں؟ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ (الرعد: ۱۱) (کسی بھی قوم کے ساتھ جو بھی ہے اللہ اس کو اس وقت تک ہرگز نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کر لیں)

گویا اللہ ہمارا منتظر ہے، اسے ہماری توبہ کا انتظار ہے، اسے انتظار ہے کہ ہم اس کو راضی کر لیں، وہ منتظر ہے کہ اس کے بتائے ہوئے حکم پر ہم عمل کریں، وہ منتظر ہے کہ ہم شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گذاریں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یقیناً ہماری نگاہیں اللہ کی جانب سے غیر معمولی نصرت کا مشاہدہ کریں گی، بس بات یہ ہے کہ فیصلہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اور گیند ہمارے ہی پالے میں ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

# تقویٰ کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

## تقویٰ-گناہوں سے معافی کا ذریعہ:

سورۂ طلاق میں تقویٰ کا فائدہ بتاتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْراً﴾

(الطلاق: ٥)

(اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی خطاؤں کو مٹادے گا اور اس کے لیے اجر کو بڑھادے گا۔)

ظاہر بات ہے آدمی کے اندر تقویٰ جب ہی ہوگا جب وہ گناہوں سے بچے گا، لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جب آدمی تقویٰ کی زندگی کو اختیار کر لیتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کی سابقہ خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں، گویا اس نے اس پہلے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انتہائی رحم وکرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾(هود: ١١٤)

(بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک شخص کو بلائے گا اور اس کو اپنی ردائے رحمت میں لے کر اس کے ایک ایک گناہوں کا تذکرہ کرے گا کہ تو نے دنیا میں یہ یہ عمل کیا تھا، وہ دل ہی دل میں سوچے گا کہ اب تو سوائے تباہی کے کچھ نہیں بچا اور وہ انتہائی درجہ پریشان ہو جائے گا، پھر ارشاد ہوگا کہ جا میں نے تیرے سارے گناہ معاف کر کے ان کے بدلہ تجھے نیکیاں دے دیں، یہ خوش خبری سن کر وہ کہنے لگے گا کہ اے اللہ! تو نے میرا فلاں گناہ تو شمار ہی نہیں کیا، وہ بھی تو باقی ہے؟ اس کے بدلہ بھی مجھے نیکی عطا فرما۔

حدیث شریف میں گناہوں کو معاف کر کے نیکیوں میں تبدیل کرنے کا جو تذکرہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کے اندر بنیادی طور پر یقیناً نیکی کا کوئی ایسا مادہ ہوگا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں مقبول ہو۔ نیکی کے یہ مادے عجیب عجیب ہوتے ہیں، بعضوں کے اندر آخری درجہ کی تواضع ہوتی ہے اور انہیں آخری درجہ میں اپنی بے نفسی کا خیال ہوتا ہے، اگر وہ نیکیاں بھی کرتے ہیں تو یہی سمجھتے ہیں کہ میری ان نیکیوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ تو اللہ کی توفیق تھی جو مجھ سے یہ حقیر عمل ہو گیا، ورنہ میں تو کچھ نہیں کر سکتا تھا:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حقیقت میں آدمی کی جان اللہ ہی کی دی ہوئی ہے اور اس کی ساری صلاحیتیں بھی اللہ کی ہی دی ہوئی ہیں، اس لیے اگر کسی نے کوئی عمل کر بھی لیا تو اس بات کی ہرگز گنجائش نہیں کہ اس کے اندر یہ غرہ پیدا ہو جائے کہ یہ عمل ہم نے کیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے توفیق دی تو کر لیا، اگر توفیق سلب ہو جاتی تو کرنا ممکن نہیں تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے اندر یہ خیال پیدا ہو جائے تو یہی چیز اللہ کے یہاں بہت بڑی نیکی ہے۔

## محبت کا فائدہ:

بعض مرتبہ آدمی سے گناہ سرزد ہو ہی جاتے ہیں، البتہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو انتہائی درجہ کے گناہ ہوتے ہیں اور ان پر وہ انتہائی درجہ نادم وشرمندہ بھی ہوتا رہتا ہے، اب اس کی اللہ کے سامنے شرمندگی یہی محبت کی علامت ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے اور محبت کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ

"المرء مع من أحب" (آدمی قیامت میں اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔)

بلاشبہ یہ آخری درجہ کی بات ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے

کہ ہم لوگوں کو اس بشارت سے جتنی خوشی ہوئی اتنی کسی چیز سے نہیں ہوئی، اس لیے کہ ہمیں جتنی اللہ کے نبی سے محبت ہے اتنی کسی سے نہیں، ہمیں یہ تو یقین تھا کہ ہم بھی ان کے ساتھ جنت میں ہوں گے مگر یہ ڈر تھا کہ اللہ کے نبی کا مقام کہاں ہوگا اور ہم کہاں ہوں گے؟ لیکن جب یہ پتہ چلا کہ آدمی کو جس سے محبت ہوگی قیامت میں وہ اسی کے ساتھ ہوگا تو ہم خوش ہوگئے کہ وہاں بھی ساتھ رہے گا، البتہ یہ تو انہیں یقین تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے ان کی محبت اپنے گھر والوں اور اولاد سے زیادہ ہے۔

محبت بھی عجیب چیز ہے، بعض مرتبہ یہ آدمی کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، روایت میں ہے کہ ایک شخص کے متعلق بڑی باتیں بیان کی جاتی تھیں کہ وہ ایسی ایسی غلطیاں کرتا ہے، لیکن اس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

بعض روایتوں میں اس طرح کے الفاظ بھی ملتے ہیں کہ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی یہ محبت اس کو برائی سے روک دے گی۔

معلوم ہوا اگر کوئی آدمی ہزار غلطیاں کر کے بھی اللہ کے دربار میں حاضر ہو، لیکن اس کو اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت ہو اور اس کے ساتھ اس نے کچھ نیکیاں بھی کی ہوں اور اس حال میں وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچے تو اللہ کو اس پر شفقت آئے گی، اس لیے کہ اللہ ہی کی سب ملکیت ہے، وہ جس کو چاہے معاف کردے اور جس کا چاہے مؤاخذہ کرلے، خواہ بڑے سے بڑا عابد وزاہد اور اللہ کا برگزیدہ بندہ ہو، اگر اللہ کو اس کا عمل پسند نہ آئے تو کچھ نہیں اور خواہ بڑے سے بڑا فاسق وفاجر ہو لیکن اگر اس کی ایک نگاہ پڑ جائے تو کیا کہنے؟!

## عجب کا نقصان:

خطرہ کی بات اس شخص کے لیے ہے جس کے اندر یہ احساس پیدا ہوجائے کہ ہمارے اندر کچھ ہے، ہم علم والے ہیں، ہمارے پاس تقویٰ ہے، ہم بڑے عابد وزاہد ہیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے ستر سال عبادت کی، ایک دن اس کو عجب پیدا ہوگیا کہ میں ستر سال مسلسل عبادت کرتا رہا۔ حدیث میں آتا ہے کہ پھر اس کے سامنے یہ منظر ہوا کہ قیامت میں لق ودق میدان میں وہ کھڑا ہے اور پیاس کی شدت ایسی کہ لگتا تھا زبان باہر آجائے گی، ایک دم سے اس کے سامنے ٹھنڈے پانی کا کٹورا آیا، وہ دوڑا کہ یہ پانی مجھے مل جائے، جس کے پاس پانی تھا وہ بولا یہ پانی فری میں نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت ہے۔ آدمی نے کہا: جلدی قیمت بتاؤ، میں پیاس کی شدت سے مرا جارہا ہوں۔ اس نے کہا: اس کی قیمت ستر سال کی عبادت ہے۔ وہ بولا: میرے پاس ستر سال کی عبادت موجود ہے تم اس کو لے لو مگر یہ پانی کا کٹورا مجھے دے دو۔ جب اس نے کٹورا پی لیا تو ایک آواز آئی کہ ہم نے تمہیں ایسے نہ جانے کتنے کٹورے دنیا میں پلائے تھے اس کی قیمت تم کہاں سے دو گے؟ یہ سن کر وہ رونے لگے کہ اے اللہ! بس تیری ہی رحمت کا سہارا ہے کہ تو بخش دے۔

معلوم یہ ہوا کہ اگر ہماری عبادتیں اور زہد اور ہمارے اعمال قبول ہوجائیں تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اسی لیے آدمی کے اندر تقویٰ کا مزاج پیدا ہونا ضروری ہے، اس کے ذریعہ آدمی کے اندر بے نفسی پیدا ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت سے زیادہ سے زیادہ امیدیں قائم ہوتی ہیں اور اللہ کی رحمت ہی اصل ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ شے ہے کہ اس کے ذریعہ بعض مرتبہ اللہ کے یہاں ہمارے معمولی اعمال بھی بخشش کا ذریعہ بن جاتے ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی سب سے زیادہ عبادت ابلیس نے کی تھی اور وہ فرشتوں میں شامل ہوگیا تھا لیکن اس سے ایک بات ایسی ہوئی کہ وہ راندہ درگاہ ہوا، بات وہی تھی کہ اسے اپنی عبادت پر ناز پیدا ہوگیا کہ میں تو بہت عبادت گزار ہوں، میں تو آگ کا بنایا گیا ہوں اور اس پتلہ خاکی کو مجھ سے سجدہ کے لیے کہا جا رہا ہے، اے اللہ! مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے جب کہ اس کو مٹی سے بنایا ہے تو میں اس کو سجدہ کیسے کرلوں؟ وہ یہ بھول گیا کہ مجھ سے کہنے والا کون ہے؟ اس کو یہ خیال رہا کہ کس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا

جار ہا ہے مگر یہ خیال نہیں رہا کہ کہنے والا کون ہے اور ہمیں اصلاً کس کی بات ماننی ہے؟ سچی بات یہ ہے کہ اندر کا تکبر و تعلّی انسان کو تحت الثریٰ میں پہنچا دیتا ہے اور بعض مرتبہ یہ مرض انسان کو آخری حد تک لے جاتا ہے، تاہم کبھی مزاج میں ایسی اچھائیاں ہوتی ہیں کہ بعض مرتبہ گناہوں کے باوجود بھی اللہ کو وہ شخص پسند آجاتا ہے اور وہ بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔

## اجر میں اضافہ:

آیت میں تقویٰ کی زندگی کا ایک فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کا کفارہ فرمادیتا ہے اور اس کے اجر کو بھی بڑھا دیتا ہے۔ اس میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعمال پر اجر تو متعین ہے، تو پھر بڑھتا کیسے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجر کیفیت کی بنیاد پر بڑھتا ہے۔ ایک آدمی کے اندر ایک کیفیت ہے اور دوسرا آدمی اس سے اعلیٰ درجہ کی کیفیت رکھتا ہے، تیسرا اس سے اعلیٰ درجہ کی کیفیت رکھتا ہے، چوتھا وہ ہے جو سب کچھ کرنے کے بعد اور اللہ کے سامنے خوب گڑگڑانے کے بعد اور اللہ سے آخری درجہ کی محبت کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو بے حقیقت سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے اب اس شخص کے اعمال اللہ کے یہاں غیر معمولی قیمتی ہوں گے اور یہ بھی حقیقت میں تقویٰ کے مزاج ہی کی بات ہے کہ سب کچھ کرکے بھی آدمی اللہ سے ڈرتا رہے، وہ کرتا بھی رہے اور ڈرتا بھی رہے، اس لیے کہ سند قبولیت تو وہیں سے ملے گی، نہ جانے قبول ہو کہ نہ ہو، اگر یہ مزاج بن گیا تو اس کے اجر میں کتنا اضافہ ہوگا اس کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْراً﴾ (الطلاق: ۵) (اور اللہ اس کے لیے اجر کو بڑھادے گا۔)

# اسلام کا مطلب

مولانا ابوالکلام آزادؒ

''لفظ ''اسلام'' کے معنی کسی چیز کے حوالے کر دینا' اپنا آپ دے دینا اور گردن رکھ دینے کے ہیں اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے کہ انسان اس رب الارباب کے آگے اپنی گردن رکھ دے اور اس انقطاع کامل اور انقیاد حقیقی کے ساتھ گویا اس نے اپنی گردن اس کے سپرد کردی اور کوئی حق وملکیت اور مطالبہ اس کا باقی نہیں رہا، اب وہ اپنی کسی شے کا خواہ وہ اس کے اندر ہو یا باہر مالک نہیں رہا بلکہ ہر شے قدرت الٰہیہ کی ہوگئی، بس اسی کا نام ''اسلام'' ہے۔

انقیاد اسلامی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی جنس دل وجان کے بہت سے خریدار نہ بنائے بلکہ ایک ہی خریدار سے معاملہ کرے۔ وہ ان مانگنے والوں سے جن کے ہاتھ اس کی طرف بڑھے ہوئے ہیں اپنے تئیں بچائے اور اس ایک ہاتھ کو دیکھے جو باوجود اس کے طرح طرح کی بے وفائیوں کے پھر بھی وفائے محبت کے ساتھ اس کی طرف بڑھا ہوا ہے اور گو کہ اس نے اپنے متاع دل وجان کو کتنا ہی ناقص اور خراب کردیا ہو، لیکن پھر بھی بہتر سے بہتر قیمت دے کر خریدنے کے لیے موجود ہے اور صدائے محبت ''من تقرب إلي شبرا تقربت إليه ذراعا'' سے ہر آن اور ہر لحظہ عشق نواز ہے، خواہ انسان کتنی ہی پیمان شکنیاں کرے لیکن وہ اپنا عہد محبت آخر تک نہیں توڑتا کہ

''يا ابن آدم! لو كان ذنبك عنان السماء ثم استغفرى لأغفرن لك.''

(قرآن کا قانون عروج وزوال: ۴۱)

# طلاق کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

## طلاق کے خیال سے طلاق:

طلاق کا تعلق زبان سے الفاظ کی ادائیگی سے ہے، لہٰذا اگر دل ہی دل میں بیوی کو طلاق دی اور زبان کو حرکت نہیں دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، یا زبان کو حرکت تو دی لیکن طلاق کے الفاظ اس طرح ادا کیے کہ خود بھی اس کو نہیں سنا تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(شامی، کتاب الصلوٰۃ:۱/۳۹۴-۳۹۵، مجمع الانہر:۱/۱۵۷)

چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے میری امت سے اس چیز کو درگزر کردیا ہے جس کا خیال دل میں پیدا ہوا ہو جب تک کہ وہ عمل یا بات نہ کرلے:

”عن أبی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تجاوز لأمتی عما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا به.“

(مسلم: ١٢٧، البخاری: ٥٢٦٩)

اگر گونگا شخص لکھنا جانتا ہے اور وہ تحریری طور پر طلاق دے یا اشارے سے طلاق دے اور اس کا اشارہ صاف طور پر سمجھا جارہا ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ (ہندیہ:۱/۳۵۴)

بعض ایسے مسائل جن میں طلاق واقع ہوجاتی ہے
اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نہیں پڑی:

۱-عورت کا طلاق کے وقت موجود ہونا طلاق پڑنے کے لیے ضروری نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی نے کہا کہ میری بیوی کو طلاق یا بیوی کا نام لے کر کہا کہ فلانہ کو طلاق تو طلاق واقع ہوجائے گی، خواہ بیوی وہاں موجود نہ ہو:

”ولو قال عمرة طالق وامرأته عمرة..الخ“

(هندية: ٣٥٨/١)

۲-بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ حالت حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، خود قرآن مجید میں موجود ہے کہ حالت حمل میں طلاق دی جائے تو عدت وضع حمل ہوگی:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(الطلاق: ٤)

۳-اگر شوہر نے طلاق دی تو شرعاً واقع ہوجائے گی، خواہ گواہ موجود ہوں یا نہ ہوں، البتہ اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کردے تو قضاء میں اس کو ثابت کرنے کے لیے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

۴-اگر طلاق دیتے وقت بیوی کا نام نہیں لیا، نہ اس کو مخاطب کرکے تم کہا بلکہ اس کے جسم کے ایسے حصہ کا نام لیا جس کو بول کر کل بدن مراد لیا جاتا ہے مثلاً: کہا کہ تمہارے سر کو طلاق، یا اس کے بدن کے جزءِ شائع کی طرف نسبت کی اور کہا کہ تمہارے آدے یا چوتھائی بدن کو طلاق تو اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی۔

(شامی:۲/۴۷۲-۴۷۳)

۵-اگر طلاق کے الفاظ بگاڑ کر استعمال کیے اور کہا کہ تجھے طلاغ، یا تلاغ یا طلاک یا تلاک، یا طلام تو معاملہ اگر قضاء تک پہنچ جائے تو قاضی یہی فیصلہ کرے گا کہ طلاق واقع ہوگئی ہے اور دونوں کو علاحدہ کردے گا، الا یہ کہ شوہر نے ان الفاظ کو استعمال کرنے سے پہلے دو گواہ بنالیے ہوں کہ میری بیوی طلاق کا مطالبہ کررہی ہے، میرا ارادہ طلاق دینے کا نہیں ہے، صرف اس کے جھگڑے سے بچنے کے لیے میں ان بگڑے ہوئے الفاظ سے طلاق دوں گا اور یہ گواہ قاضی کے پاس اس کی گواہی دے دیں تو حاکم ان کے درمیان تفریق نہیں کرائے گا، لیکن اگر معاملہ قاضی کے یہاں نہیں گیا اور شوہر کہہ رہا ہے کہ میرا ارادہ طلاق دینے کا نہیں تھا تو ”فی ما بینہ وبین اللہ“ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (ہندیہ:۱/۳۵۷، شامی:۲/۴۶۶-۴۶۷)

اس کے برخلاف اگر شوہر نے کہا کہ تجھے طاق ہے تو طلاق کی نیت سے یہ الفاظ ادا کرے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(ہندیہ:۱/۳۵۷)

۶- اگر میاں بیوی کے درمیان طلاق دینے یا نہ دینے میں اختلاف ہوجائے یا طلاق کی تعداد میں اختلاف ہوجائے تو مسئلہ کو دارالقضاء میں پیش کیا جائے اور قاضی جو کچھ فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے، اگر بینہ موجود ہوگا تو قاضی اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اور بینہ موجود نہ ہوتو شوہر سے قسم لے گا کہ اس نے طلاق نہیں دی یا تین سے کم دی، البتہ اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو اسے چاہیے کہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے اور چھٹکارے کا کوئی راستہ (خلع وغیرہ کے ذریعہ) تلاش کرے، لیکن اگر ایسا نہ ہوسکے تو گناہ عورت کو نہیں ہوگا بلکہ شوہر کو ہوگا۔ (شامی:۲/ ۵۴۵)

۷- اگر کوئی شخص طلاق کا اقرار کرے تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر اس نے طلاق نہیں دی تھی اور مذاق میں طلاق کا اقرار کر رہا ہے یا جھوٹ بولتے ہوئے طلاق کا اقرار کر رہا ہے تو قضاءً طلاق واقع ہوجائے گی، دیانۃً واقع نہیں ہوگی۔ (شامی:۲/ ۴۵۷)

۸- اگر میاں بیوی دونوں طلاق کا انکار کریں اور دو معتبر اور عادل گواہ طلاق کی گواہی دے دیں تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادے گا اور طلاق مان لی جائے گی۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ: ۵/ ۱۱۶[۷۴۱۳])

## طلاق صریح کے احکام

الفاظ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں:

طلاق صریح اور طلاق کنائی۔

صریح اس لفظ کو کہتے ہیں جس کو صرف طلاق کے لیے استعمال کیا جاتا ہو اور اس کی مراد بالکل واضح ہو جس کو سن کر ذہن طلاق کی طرف چلا جاتا ہو، خواہ عربی زبان میں طلاق دی جائے جیسے تمہیں طلاق وغیرہ یا کسی اور زبان کا ایسا لفظ استعمال کیا جائے جو اس زبان میں صرف طلاق کے لیے مستعمل ہو جیسے اردو میں بیوی سے کہے کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا یا چھوڑتا ہوں یا انگریزی میں Divorce یا فارسی اور اردو میں فارغ خطی کا لفظ استعمال کیا، تو اس سے طلاق واقع ہوجائے گی اور رجعی ہوگی خواہ طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو۔

(شامی:۲/ ۴۶۵، ابتداء باب الصریح کتاب الطلاق وہندیہ:۱/ ۳۵۴)

اور کنائی ایسے الفاظ سے طلاق دینے کو کہتے ہیں جن کو اصلاً طلاق کے لیے وضع نہ کیا گیا ہو اور ان کو طلاق کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو، ان سے طلاق تبھی واقع ہوتی ہے جب طلاق دینے کی نیت ہو یا طلاق کا قرینہ پایا جا رہا ہو جیسے کہے کہ تم بائنہ ہو یا کہے کہ تم عدت گذارو وغیرہ۔ (شامی:۲/ ۵۰۱-۵۰۲، ہندیہ:۱/ ۳۷۴-۳۷۵)

### طلاق صریح کا حکم:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اگر صریح الفاظ سے طلاق دی تو نیت کے بغیر واقع ہوجائے گی، اگر ایک دی تو ایک اور دو دی تو دو رجعی طلاق واقع ہوجائیں گی اور عدت کے دوران اس کو رجوع کرنے کا اختیار ہوگا، لیکن یہ اس وقت ہے جب بیوی مدخول بہا ہو اور اگر غیر مدخولہ ہے اور خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی ہے تو اس کو ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور اگر ایک ہی جملہ سے دو یا تین طلاق دیں تو غیر مدخول بہا پر بھی واقع ہوجائیں گی جیسے کہا کہ تمہیں دو طلاق اور طلاق بائن واقع ہونے پر رجوع کرنے کا اختیار نہیں رہتا، البتہ عدت کے دوران یا عدت کے بعد دونوں راضی ہوں تو نکاح کرسکتے ہیں۔ (شامی:۲/ ۴۶۷-۴۶۸، و۴۹۳-۴۹۴)

### تاکید کی نیت سے طلاق کی تکرار:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے تین بار کہا کہ تمہیں طلاق، تمہیں طلاق، تمہیں طلاق اور پھر وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میرا ارادہ ایک طلاق دینے کا تھا، دوسری اور تیسری بار میں نے سمجھانے کے لیے یا بطور تاکید طلاق کے الفاظ استعمال کیے تھے تو اگر وہ سچا آدمی ہے اور اپنی اس بات پر قسم کھانے کو تیار ہے تو اگر بات دارالقضاء تک نہ جائے تو دیانۃً ایک طلاق پڑے گی لیکن اگر معاملہ قاضی کے یہاں پہنچ گیا تو قاضی تین طلاق واقع قرار دے گا۔ (ہندیہ:۱/ ۳۵۵-۳۵۶)

# قربانی کی اصل روح اور اس کا پیغام

مولانا محمد سلمان ندوی بجنوری

## حضرت ابراهيم عليه السلام کی عظیم قربانی:

عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یادگار ہے، ایسی قربانی جس کا تصور بھی کرنا دشوار ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تو پوری زندگی انسانیت کے لیے عظیم مثالی نمونہ ہے، بچپن سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک آپ نے بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کیا اور ہر آزمائش اور امتحان میں آپ ثابت قدم رہے، آپ کے ایمان ویقین اور ثبات قدمی میں ذرا جنبش تک نہیں آئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں حضرت اسماعیل جیسا عظیم فرزند عطا کیا، جس کے اندر عظیم نمایاں خصوصیات وصفات موجود تھیں، جو حلیم و بردبار اور اپنے والد کا فرماں بردار تھا، جس کی پیشانی سے آخری نبی کی آمد کے آثار ہویدا تھے، ایسا فرزند جس کی پورے عالم میں کوئی مثال نہیں دی جا سکتی تھی، اس فرزند کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو رہا ہے کہ اس کو قربان کر دو، یہ حکم بذریعہ خواب دیا گیا اور انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ اور وضاحت ہو جائے یا جبریل علیہ السلام آکر وضاحت کریں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسماعیل کو ذبح کرو، اللہ تعالیٰ کا اشارہ ملتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے محبوب فرزند کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی سوال یا اعتراض نہیں کیا کہ فرزند کے ذبح کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم جانوروں کو ذبح کر دیتے ہیں یعنی اطاعت وفرماں برداری اور سر تسلیم خم کر دینے کی اعلیٰ مثال پیش فرمائی اور اپنے فرزند اور اہلیہ کو بھی تیار کر لیا اور گویا سب گھر والے تیار تھے کہ اللہ کے حکم کو پورا کرنا ہے چاہے زمین کانپ جائے یا پہاڑوں پر رعشہ طاری ہو جائے یا آسمان پھٹ جائے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس کو ہر حال میں پورا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نہ ماں کے دل میں کوئی کھٹک پیدا ہوئی، نہ بیٹے کو کوئی ڈر وخوف لاحق ہوا اور نہ والد کے قدم لڑکھڑائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے بیٹے کو قربان گاہ لے گئے اور اپنے پورے قصد وارادے سے فرزند کی گردن پر بغیر کسی ہچکچاہٹ اور لرزے ہوئے چھری چلا دی، ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں معلوم کہ انہوں نے چھری فرزند پر چلائی ہے یا جانور پر چلائی ہے، بعد میں جب دیکھا تو فرزند دوسری طرف کھڑے ہیں اور دنبہ ذبح ہو چکا ہے، آسمان لرز گیا، زمین کانپ اٹھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دانست میں حضرت اسماعیل کو قربان کر دیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کو امتحان لینا مقصود تھا، یہ تھے اللہ تعالیٰ کے خلیل اور دوست اور ان کا اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کا عشق کہ

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

(الأنعام: ١٦٢)

## قربانی کی اصل روح:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی اس ادا کو پسند فرما کر پوری امت مسلمہ کے لیے بطور سنت نافذ کر دیا، لیکن کیا اللہ تعالیٰ کو جانوروں کی قربانی مقصود ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ بڑی تعداد میں

جانوروں کو ذبح کرانا چاہتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کو جانوروں کا خون اور گوشت چاہیے؟ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ خود فرمادیا ہے، فرمایا:

﴿لَن یَنَالَ اللّٰہَ لُحُومُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِن یَنَالُہُ التَّقْوَیٰ مِنکُمْ﴾(الحج:۳۷) (اللہ تعالیٰ کو ان جانوروں کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون پہنچتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔)

ہم مسلمانوں کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم جو بھی عمل کرتے ہیں اس کو رسم کی شکل دے دیتے ہیں، جس سے اس عمل کی روح نکل جاتی ہے اور اگر کسی چیز سے اس کی روح نکل جائے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں رہتی وہ شے بے حقیقت ہو جاتی ہے، لہٰذا ہم اصل مقصد ہی سے ہٹ جاتے ہیں۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اصل قربانی اپنے نفس، اپنی خواہشات کو کچل دینے کا نام ہے اور پوری اسلامی زندگی اسی اصل قربانی سے تعبیر ہے اور یہی قربانی کی روح ہے، ہم دین پر عمل کرتے ہیں لیکن جہاں خواہش درمیان میں آتی ہے دین کو کنارے کر دیتے ہیں اور خواہش پر عمل کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ دین پر عمل بھی خواہش کی بنیاد پر ہے، نماز پڑھنے کی خواہش تھی تو پڑھ رہے تھے لیکن اب خواہش نہیں ہے تو ہم نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا، فجر کی نماز پڑھنے میں نیند حائل ہوتی ہے، ہم عام طور سے فجر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، نیند کا غلبہ ہے اور سونے کی خواہش ہے، لہٰذا اٹھ کر بھی نہیں اٹھتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتنی عظیم قربانی جانور کی قربانی نہیں تھی بلکہ آپ کے نفس، خواہشات اور فرزند کی محبت اور چاہت کی قربانی تھی، جس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ کی محبت کے سامنے قربان کر دیا، لیکن حیف صد حیف کہ ہماری ظاہری قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہوتی، وہ بھی نام ونمود اور ریاکاری اور دکھاوے کی نذر ہو جاتی ہے، جانور کی قربانی میں بھی ہماری گوشت کھانے پر نظر رہتی ہے، زیادہ مہنگا جانور صرف اس لیے خریدا جاتا ہے کہ معاشرے میں پتا چلے کہ فلاں کا جانور سب سے مہنگا اور سب سے زیادہ فربہ ہے، ابھی تک ہم حقیقی قربانی کے معنی بھی نہیں سمجھتے، قربانی کی روح سے ہم واقف ہی نہیں، حقیقی قربانی کا ہمیں ایک حبہ مل سکتا تھا، اگر ہم جانور کو دس، پندرہ دن پہلے خرید لیتے اور اس کی خدمت کرتے اور جب ہم اس سے مانوس ہو جاتے اور وہ ہم سے مانوس ہو جاتا تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرتے تو شاید ہمیں حقیقی قربانی کا کچھ احساس ہوتا، لیکن مسلمانوں کا یہ معمول ہو چکا ہے کہ عیدالاضحیٰ کی رات کو یا صبح ہی کو جانور خریدتے ہیں اور اس کو فوراً قربان کر دیتے ہیں، یہ ہے ہماری قربانی، گویا ہم نے سنت ادا کر دی، لیکن کیا ہمیں اس قربانی کا کچھ احساس ہوا، سوائے اس کے کہ ہم نے پیسے خرچ کر کے جانور خریدا، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

## قربانی کا پیغام:

ہم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ہم عبادت کی روح کو باقی رکھیں اور اس کے مقصد کو کبھی فراموش نہ کریں، اگر عبادت سے روح نکل گئی یا مقصد ہی فوت ہو گیا تو ہماری بڑے سے بڑے جانور کی قربانی کرنے سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا، سب سے پہلے ہم یہ طے کریں کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہم جانور پر چھری چلانے سے پہلے اپنے نفس، اپنی خواہشات پر چھری چلائیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا پیغام یہ ہے کہ ہم اپنی تمام تر خواہشات اور چاہتیں اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیں، جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم آئے ہماری گردنیں جھک جائیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری میں اگر ہماری خواہشات حائل ہوں تو پہلے ان کو ذبح کریں، ان کو کچل کے رکھ دیں، جو اللہ تعالیٰ نے حدود قائم کی ہیں ان سے ایک بالشت بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، ایمان لانے کے بعد ہماری ہر چاہت، ہر عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع ہونا چاہیے، اگر حقیقی معنوں میں ایمان ہوگا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے حقیقی محبت ہوگی تو ہمارے لیے ہر طرح کی قربانی دینا آسان ہوگا، اس وقت ہم قربانی کی روح کو بھی بیدار کر سکیں گے اور اس کے مقصد کو بھی حاصل کر لیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں سرخرو ہوں گے۔ انشاءاللہ!

# قربانی کا مقصد

محمد ارمغان بدایونی ندوی

قربانی رضائے الٰہی کے حصول کا ایک بہتر ذریعہ اور دین اسلام کے تقاضوں کے سامنے تمام تقاضوں اور خواہشات کو دبانے کا نام ہے، اس کا تاریخی سلسلہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی قربانی سے ملتا ہے، دین اسلام میں سنت ابراہیمی کی اس اہم یادگار کو ہر سال تازہ کرنے کا تاکیدی حکم وارد ہوا ہے، جو شخص صاحب حیثیت ہونے کے باوجود اس سنت ابراہیمی کو تازہ نہ کرے تو ایسے شخص کے متعلق حدیث شریف میں زبان نبوت سے سخت الفاظ نکلے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے شخص کو اس دن خوشی منانے کا اسلامی رو سے کوئی حق نہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس (مال کی) وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ایسا شخص ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔" (ابن ماجہ: ۳۱۲۳)

دین اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنی ہر چیز کو اللہ پر قربان کرنے والا، اس کے احکامات کے آگے بغیر کسی تردد کے جھک جانے والا بن جائے، اس کے دل سے تمام چیزوں کی وہ عظمت کافور ہو جائے جس عظمت کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح اس کے دل سے ان تمام چیزوں کی وہ محبت بھی مٹ جائے جن کی موجودگی عموماً ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب بن جاتی ہے، جیسے مال اور اولاد کی محبت، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو اپنی مرضیات پر قربان کرنے کے لیے نمائندہ کے طور پر سال میں ایک مرتبہ ہر صاحب استطاعت پر "قربانی" واجب کی ہے۔ قربانی اس بات کا رمز ہوتی ہے کہ ایک صاحب ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر نہ کسی مذہب میں مقدس سمجھا جانے والا جانور ہے، نہ ہی اس کا اپنے ہاتھوں سے کمایا ہوا مال ہے اور نہ ہی کسی چیز کی محبت حکم الٰہی کے سامنے کوئی معنی رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شرعی حکم کی بنیاد پر انسان اپنے پیسوں سے ایک قیمتی جانور خریدتا ہے، اس کو کھلاتا پلاتا ہے اور انسانی فطرت کے مطابق وہ اس جانور سے مانوس بھی ہو جاتا ہے، مگر اس کے باوجود بھی وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس پر چھری چلا دیتا ہے، جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر محض اپنا جانور ہی ذبح نہیں کرتا بلکہ بالفاظ دیگر اپنی خواہش اور جذبہ محبت کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ قربانی کے اس عمل سے دین اسلام کا بھی یہی مقصد ہے کہ انسان کا مزاج ہر چیز کو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر قربان کرنے والا بن جائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ﴾ (الحج: ۳۷) (اللہ کو ان کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا، ہاں اس کو تو تمہارے (دل) کا تقویٰ پہنچتا ہے۔)

معلوم ہوا قربانی کا مقصد گوشت وغیرہ نہیں بلکہ اصل مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور قربانی کے جذبہ کا دلوں میں پایا جانا ہے۔ قربانی کے اسی اہم مقصد کے پیش نظر شریعت اسلامیہ میں ہر صاحب استطاعت پر قربانی واجب ہے، مگر افسوس کی بات ہے کہ چند لوگوں کے علاوہ آج خاصے دین دار حضرات کی نظروں سے قربانی کا یہ عظیم مقصد اوجھل ہوتا جا رہا ہے، ان میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جو قربانی کرتے ہیں مگر ان کا مقصد قربانی نہیں بلکہ معاشرہ میں اپنی شہرت ہوتا ہے اور بعض وہ ہیں جو اہل ایمان کے زمرے میں شمار ہونے اور کسی بھی درجہ میں دینی لگاؤ کے باوجود اپنے آپ کو اس حیثیت کا نہیں سمجھتے کہ وہ قربانی میں حصہ لیں، جب کہ قربانی میں صرف ہونے والی معمولی رقم سے کہیں زیادہ عید کی دیگر فضول تیاریوں میں وہ ایک خطیر رقم صرف کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ایسے لوگوں کو عید کے دن خوشی کے اظہار کا کوئی حق نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو اسی کی راہ میں قربان کرنے سے بچتے ہیں اور اس کے متعلق زبان نبوت سے نکلے ہوئے سخت الفاظ کے باوجود ان کے سروں پر جوں نہیں رینگتی۔

# عیدالاضحیٰ
## چند ضروری احکام ومسائل

**قربانی کس پر واجب ہے:** قربانی ہر اس مسلمان، مرد وعورت، مقیم پر واجب ہے، جس کے پاس قربانی کے دنوں میں قرض وضع کرنے کے بعد بقدر نصاب سونا یا چاندی کی قیمت ہو جو حوائج اصلیہ مثلاً رہنے کے گھر اور سواری کرنے کے اسباب وغیرہ سے زائد ہو۔ قربانی کا نصاب صدقہ فطر کے نصاب کی طرح ہوتا ہے، زکوٰۃ کے نصاب کی طرح نہیں ہوتا، چنانچہ قربانی واجب ہونے کے لیے نہ سال گزرنا شرط ہے نہ مال میں نمو ہونا، اگر ان ایام میں کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ (تقریباً ۸۷ر گرام) سونا یا ساڑھے باون تولہ (تقریباً ۶۱۲ر گرام) چاندی یا اتنی چاندی کے بقدر روپیہ یا کوئی فالتو سامان مثلاً رہنے کے گھر کے علاوہ زائد گھر ہے جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس سے زائد ہے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی جب کہ زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب مال پر سال گزر جائے، اسی طرح غیر نامی اسباب جیسے گھر پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی خواہ وہ رہائشی ضروریات سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

**کن جانوروں کی قربانی جائز ہے:**

قربانی میں صرف تین جنس کے جانور متعین کردیئے گئے ہیں:

(۱) بکرا بکری اور اس کی جنس جیسے بھیڑ اور دنبہ وغیرہ یہ جانور صرف ایک کی طرف سے کفایت کرتے ہیں، ان کی قربانی کا ذکر کئی احادیث میں وارد ہوا ہے، مثلاً ایک حدیث میں ہے: ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو سینگوں والے سیاہ وسفید رنگ کے بکروں کی قربانی فرمائی''۔ (متفق علیہ)

(۲) گائے اور اس کی جنس مثلاً بھینس اس کی قربانی سات افراد کی طرف سے ہوسکتی ہے۔

(۳) اونٹ کی جنس اس کی قربانی بھی سات افراد کی طرف ہوسکتی ہے، گائے اور اونٹ کی قربانی جائز ہونے اور سات افراد کی طرف سے کافی ہونے کا ذکر بھی کئی احادیث میں آیا ہے، مثلاً ''حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے سات افراد کی طرف اور اونٹ سات افراد کی طرف سے کفایت کریں گے''۔ (مسلم/ابوداؤد)

ان جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور مثلاً ہرن، نیل گائے وغیرہ کی قربانی درست نہیں ہوگی خواہ پالتو ہی کیوں نہ ہو۔

**جانوروں کی عمریں:** ''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ صرف مسنہ کی قربانی کیا کرو، الا یہ کہ تم پر دشواری ہوجائے تو چھ ماہ والے دنبہ کی قربانی کرلو''۔ (مسلم)

اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء فرماتے ہیں کہ اونٹ، گائے، بھینس اور بکرے کی نر و مادہ کا مسنہ ہونا ضروری ہے ورنہ قربانی نہیں ہوگی صرف دنبہ کا اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہو اور اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا لگتا ہو تو اس کی قربانی درست ہوگی، اور اونٹ میں مسنہ وہ ہے جو پانچ سال مکمل کرچکا ہو اور چھٹے سال میں داخل ہوچکا ہو، گائے اور بھینس میں مسنہ وہ ہے جو دو سال مکمل کرچکا ہو اور تیسرے سال میں داخل ہوگیا ہو، بکرے اور بھیڑ وغیرہ میں مسنہ وہ ہے جو ایک سال مکمل کرچکا ہو اور دوسرے سال میں داخل ہوچکا ہو، اگر ان ذکر کردہ عمروں سے ایک دن بھی کم کا ہو تو قربانی صحیح نہیں ہوگی۔

**جس کو قربانی کرانی ہو وہ کیا کرے؟**

جس شخص کو قربانی کرانی ہے اس کے لیے افضل اور مستحب یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے سے لے کر جب تک قربانی نہ کرالے نہ ناخن ترشوائے، نہ جسم کے کسی بھی حصہ سے بال صاف کرے اس لیے کہ حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب عشرہ ذی الحجہ شروع ہوجائے اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرانے کا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون کو ہاتھ نہ لگائے''۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''تو نہ بال کٹوائے نہ ناخن ترشوائے''۔ دوسری روایت میں ہے ''جو ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اس کا ارادہ قربانی کرانے کا ہو تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے''۔ (مسلم)

**قربانی کے ایام:** قربانی کے ایام تین ہیں، دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ، اس کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کو طلوع شمس کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ۱۲ر ذی الحجہ کے غروب شمس تک رہتا ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا: اضحیٰ (ایام قربانی) یوم الاضحیٰ ۱۰ر ذی الحجہ دو دن بعد

تک ہے(مالك في المؤطا)،لیکن ان ایام میں سب سے زیادہ افضل پہلا دن پھر دوسرا دن پھر تیسرا دن ہے۔

**جانور کیسا ہو:** افضل یہ ہے کہ خوب عمدہ اور بہترین جانور کی قربانی کرے، اور نیت صحیح رکھے ورنہ پورا ثواب رائیگاں جانے کا اندیشہ رہے گا؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا، اللہ تعالیٰ کو تو تمھارا تقویٰ-اور نیت-پہنچتی ہے)۔

جس جانور کی قربانی کرنا ہو اس کو تمام عیوب سے خالی ہونا چاہیے، البتہ اگر معمولی عیب ہو تو قربانی صحیح ہو جائے گی۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم جانور کی آنکھ اور کان کا بغور جائزہ لے لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کے کان سامنے یا پیچھے سے کٹے یا پھٹے یا سوراخ والے ہوں" (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: "قربانی کے جانور میں کن عیوب سے بچنا چاہیے؟ تو آپ ﷺ نے ہاتھ سے چار کا اشارہ کر کے فرمایا: "(۱) وہ لنگڑا جانور جس کا لنگ ظاہر ہو، (۲) وہ کانا جانور جس کا یک چشم ہونا ظاہر ہو، (۳) وہ بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو، (۴) لاغر جانور جس کے' گودا ہی نہ ہو' (موطأ ،مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)۔

انھیں احادیث کے پیش نظر فقہاء نے عیوب کے سلسلہ میں مندرجۂ ذیل تفصیلات بیان فرمائی ہیں:-

۱-جو جانور اندھا یا کانا ہو، یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو،اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

۲-جس جانور کا ایک کان' تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گیا' اس کی قربانی بھی درست نہیں ہے، اس سے کم کٹا ہو تو قربانی کی جاسکتی ہے۔

۳-جس جانور کی دُم' تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو'اس کی قربانی بھی درست نہیں ہے۔

۴-جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ صرف تین پیروں سے چلتا ہے؛ چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہی نہیں ہے، یا رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا' تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے، اور چلنے میں اس پر کچھ بوجھ ڈالتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

۵-اگر جانور بالکل لاغر اور مریل ہے، اس کی ہڈیوں تک میں گودا نہیں بچا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، لیکن اگر اس حد تک لاغر نہیں ہے تو افضل تو بہر حال فربہ جانور کی قربانی کرنا ہے-جیسا کہ گزر چکا ہے-لیکن بہر حال اس جانور کی بھی قربانی درست ہے۔

۶-جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں' ان سے زیادہ موجود ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

۷-جس جانور کے پیدائشی طور پر ہی کان نہیں ہیں اس کی قربانی بھی درست نہیں ہے، البتہ اگر کان ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

۸-جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہیں ہیں، یا پیدائشی طور پر تھے لیکن بعد میں ٹوٹ گئے' تو اس کی قربانی درست ہے، البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں ہے۔

۹-جس طرح غیر خصّی جانور کی قربانی جائز ہے اسی طرح خصّی جانور کی بھی قربانی جائز ہے؛ اس لیے کہ خصّی ہونا کوئی عیب نہیں ہے' اس سے تو اس کے گوشت کی لذت بڑھ جاتی ہے، اور حدیث شریف میں صراحت کے سے آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو خصّی بکروں کی قربانی کی۔ البتہ جس جانور کا نر یا مادہ ہونا واضح نہ ہو' اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

۱۰-خارش زدہ جانور کی قربانی بھی درست ہے، البتہ اس سے اگر اتنا لاغر ہو گیا جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

**قربانی کے ایام:** ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق سے لے کر بارہویں ذی الحجہ کے سورج کے غروب ہونے تک اس کا وقت ہے، لیکن جہاں عید کی نماز درست ہوتی ہے وہاں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ حضرت جندب بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: میں نے قربانی کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں شرکت کی، پھر جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کر دیے گئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے، اور جس نے قربانی نہیں کی ہے وہ اللہ کے نام سے قربانی کر لے" (متفق علیہ)۔

ہاں! اگر کوئی ایسی چھوٹی بستی میں رہتا ہے جہاں عیدین اور جمعہ کی نماز درست نہیں ہوتی، وہاں طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کی جاسکتی ہے، اور شہر کے باشندے بھی وہاں اپنا جانور بھیج کر طلوع فجر سے پہلے قربانی کرا سکتے ہیں۔

ان تین ایام میں رات دن کسی وقت بھی قربانی کرائی جاسکتی ہے، لیکن سب سے افضل دن پہلا ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، اور فقہاء نے اس اندیشہ سے رات میں قربانی کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے کہ روشنی کم ہونے کے سبب کہیں ایسا نہ ہو کہ رگیں صحیح طور سے کٹ نہ سکیں؛ لہٰذا اگر روشنی کا ایسا معقول نظم ہو کہ اس طرح کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو ان شاء اللہ یہ کراہت نہ ہوگی۔

**قربانی کا طریقہ:** اپنی قربانی، افضل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کی جائے، ہاں اگر خود ذبح کرنے پر قادر نہیں ہے تو دوسرے سے ذبح کرانا بھی جائز ہے، اس صورت میں اس کے لیے افضل یہ ہے کہ قربانی کے وقت موجود رہے۔

قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں البتہ ذبح کرتے وقت بسم اللّٰہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے، آنحضرت ﷺ جب جانور کو ذبح کرنے کے لیے لٹاتے تھے تو یہ آیت پڑھا کرتے تھے، اس لیے قبلہ رخ لٹاتے وقت اس آیت کا پڑھنا مسنون ہے: ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ☆ قُلْ إِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ اللّٰهم منك ولك" پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ (احمد، ابوداؤد)

اور یاد ہو تو ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: "اللهم تقبله مني كما تقبلت من حبيبك محمدٍ و خليلك ابراهيم عليهما الصلاة والسلام"

**قربانی کا گوشت:** افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرکے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے، ایک حصہ عزیز و اقارب میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے اور اگر چاہے تو پورا گوشت خود بھی استعمال کرسکتا ہے۔

**قربانی کی کھال:** قربانی کی کھال کوئی چیز بنوا کر اپنے استعمال میں رکھ سکتا ہے، لیکن اگر اس کو فروخت کیا تو اس کو غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

لیکن اگر کھال فروخت کردی تو اس کی رقم نہ اپنے اوپر استعمال کر سکتا ہے نہ کسی مالدار کو دے سکتا ہے، اب اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے، یعنی کسی غریب محتاج پر صرف کی جائے، یا کسی ایسے مدرسہ اور ادارہ میں دے دی جائے جہاں ناداروں پر صرف کردی جائے، اس رقم سے نہ تو مدارس کے اساتذہ کی تنخواہ دی جاسکتی ہے، نہ اس سے مدرسہ یا مسجد وغیرہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے، نہ کسی غریب کی تجہیز و تکفین میں لگائی جاسکتی ہے۔

کچھ لوگ جانور کی کھال اور گوشت بطور مزدوری قصاب کو دے دیتے ہیں، ایسا کرنا درست نہیں ہے، قصاب کو پوری مزدوری الگ سے دینا ضروری ہے۔

**متفرق مسائل:** ۱-کسی پر قربانی واجب نہیں تھی، لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی، لیکن اگر وہ جانور مرجائے، یا کھو جائے تو دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں ہے۔

۲-کسی پر قربانی واجب تھی، لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی، تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کردے، اور اگر جانور خرید لیا تھا تو بعینہٖ وہی جانور صدقہ کردے۔

۳-اگر منّت مانی تھی کہ فلاں کام ہوگیا تو قربانی کریں گے، پھر وہ کام پورا ہوگیا تو چاہے مالدار ہو یا نہ ہو، اس پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اس قربانی کا پورا گوشت فقیروں پر صدقہ کر دینا بھی ضروری ہے؛ نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

۴-اگر اپنی خوشی سے کسی مردے کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرائی تو جس طرح اپنی قربانی میں خود کھانا اور امیر و غریب ہر طرح کے رشتہ داروں کو تحفہ میں دینا جائز ہے، اسی طرح اس میں بھی جائز ہے۔

لیکن اگر کوئی مرنے والا وصیت کر گیا ہو کہ میرے ترکہ میں میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس کی وصیت پر اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کے پورے گوشت اور کھال وغیرہ کا خیرات کرنا ضروری ہے۔

۵-اگر کوئی جانور گابھن ہے تو اس کی قربانی بھی جائز ہے، پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کردے۔

# قربانی ایک اور معنی دو

مولانا سید محمد الحسنیؒ

''لیجیے! سنت ابراہیمی کے احیاء کے دن پھر ہمارے سامنے ہیں۔ زمانہ آج پھر ایک بار ہزاروں سال پیچھے گردش کر رہا ہے، جب اللہ کے ایک محبوب و مخلص بندے کا امتحان ہوا اور بار بار امتحان ہوا اور وہ اس متحان سے اس طرح سرخ رو ہوکر نکلا کہ اس کی یادگار آج تک دنیا کے گوشے گوشے میں منائی جارہی ہے۔ یہ کوئی رسمی یادگار نہیں، یہ صرف گوشت اور خون کی یادگار نہیں، یہ ایک عاشق کے دل اور نذر و وفا کی یادگار ہے، ایثار و قربانی کی یادگار ہے، اس بات کی یادگار ہے کہ عزیز سے عزیز تر متاع کس خوبی و جواں مردی، کس شان عبدیت، کس ناز و اعتماد اور سرخوشی و کیف کے ساتھ لٹائی جاتی ہے۔ دنیا کی تاریخ بہت پرانی ہے، لیکن یادگار ابراہیم سے بڑی، دل نواز اور زندۂ جاوید یادگار کہاں سے لائی جائے گی۔ فرمایا گیا ہے: ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے جنہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔)

''قربانی'' کا لفظ ہماری ڈکشنری میں بہت عام ہے اور بہت متروک ہوچکا ہے، یعنی اس کی لفظی تصویر یا پیکر اتنا بڑھ چکا ہے کہ آسمان و زمین کی فضائیں اس کی تکرار اور اس کے نعروں سے بھر جائیں اور کتابوں اور رسالوں کے انبار لگ جائیں لیکن اس کی معنوی کیفیت اور حقیقت اتنی دور، اتنی دھندلی اور ناقابل فہم ہوچکی ہے کہ اس کا سمجھنا دشوار ہو رہا ہے۔ آج ''قربانی کے بکروں'' نے ہم کو ہر قسم کی عملی قربانی سے بے نیاز کردیا ہے۔

ہمیں ان بکرے بکریوں کا احسان مند ہونا چاہیے جن کو قربان کردینے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ قربانی کا ہر مطالبہ ہم نے پورا کردیا۔ اب آرام و راحت کا حق وصول کرنا باقی ہے۔ اب نہ وقت کی قربانی کی ضرورت ہے، نہ طرز و عادت کی، نہ معیار زندگی کی، نہ فضول خرچیوں کی، بہت سے مسلمانوں نے قربانی کے بے زبان بکرے کو عملاً کفارۂ سیئات سمجھ لیا ہے جو ہر سال کوتاہیوں اور مطالبات اور تقاضوں کا بوجھ چند پیسوں میں سرے سے اتار دیتا ہے—— ایثار و قربانی ہر قوم و ملک کی ضرورت ہے اور کوئی ملک و قوم اس کے بغیر بام ترقی تک نہیں پہنچ سکتی، لیکن ملت اسلامی کے ساتھ قربانی کا تخیل اس طرح وابستہ ہے کہ اس کو ایک لمحہ کے لیے اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں زندگی کا سارا ڈھانچہ قربانی و ایثار پر قائم ہے۔

"جاهدوا بأموالكم و أنفسكم" ایک ایسا اصول اور اعلان ہے جس کے بغیر تکمیل دین ناممکن ہے۔ پہلے نمبر پر مال کی قربانی کا مطالبہ ہے یعنی دین کی جو ضرورت ہو اس کی تکمیل کے لیے بے چون و چرا تیاری و آمادگی۔ علاوہ اس کے کہ سیاسی و قومی شعور اور ہماری معاشی مصلحت کا بھی یہی مطالبہ ہے، یہ دین کا ایک ایسا اہم ستون ہے جس کے بغیر اس کی عمارت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔

ہمارے سیاسی و قومی اور معاشی مسائل بھی دین کے تابع ہیں، ایک سچے مسلمان کی نگاہ میں ساری زندگی دین سے اور اگر کسی کے مالی و سیاسی معاملات گڑبڑ ہیں تو اس کا دین بھی معتبر نہیں، پانچ وقت کی نماز بھی قربانی ہے، گریہ نیم شبی بھی قربانی ہے اور زکوٰۃ بھی قربانی ہے، مسلمانوں میں اخوت کی سعی و جد و جہد اور ان کی ترقی و کامیابی کی راہیں سب اس مفہوم میں داخل ہیں، ان سب میں قربانی کی روح جاری و ساری ہے اور سب دائرۂ دین کے اندر داخل بلکہ عین دین ہیں۔!''

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Volume: 16 ⚜ June 2024 ⚜ Issue: 06

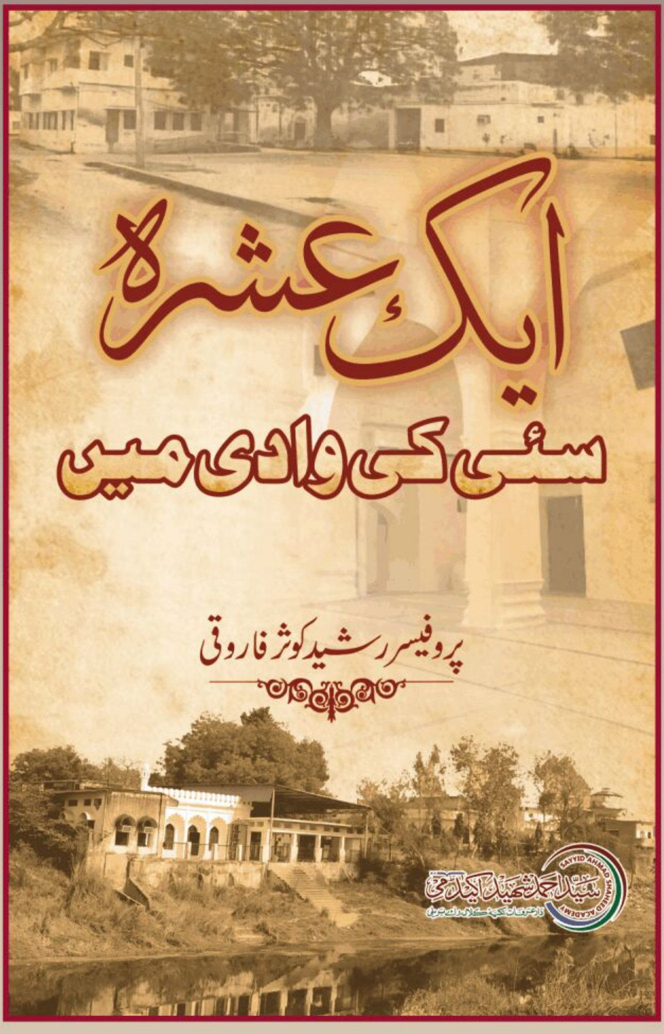


Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
**MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI**
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9792646858
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)